تعلموا النحو فإنه جمال للوضيع وتركه هجنة للشريف

(الإمام أیوب السختیانی)

خیر الوصول

الی

الحاصل والمحصول

تالیف

اسجد سبحانی ارریاوی

مدرس مظاہر علوم وقف سہارنپور یوپی (الہند)

ناشر

مکتبہ علمیہ

ڈوریہ، سوناپور، ارریہ، بہار

Mobile: 7091402036

تَعَلَّمُوا النَّحوَ فَإِنَّهُ جَمَالٌ لِلْوَضِيعِ وَتَرْكُهُ هُجْنَةٌ لِلشَّرِيفِ (الإمام أيوب السَّخْتِيَانِيُّ)

خیــــر الوصول

إلٰی

الحاصل والمحصول

تالیف

اسجد سبحانی ارریاوی

مدرس مظاہر علوم (وقف) سہارن پور (یوپی) الہند

****

ناشر: مکتبہ علیمیہ ڈوریہ سوناپور ارریہ بہار

7097402036

اشاعت کی عام اجازت ہے

نام کتاب: خیر الوصول الی الحاصل والمحصول

مؤلف: اسجد سبحانی ارریاوی

متعلم مدرسہ مظاہر علوم وقف (شریک ششم عربی)

اشاعت: فروری ۲۰۱۹ء

صفحات: ۴۰

تعداد: گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت:

ملنے کے پتے

کتب خانہ امداد الغرباء محلہ مفتی سہارن پور یوپی

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ تھانہ بھون شاملی یوپی

مکتبہ عکاظ دیوبند

اور تمام معتبر کتب خانے

فہرستِ عناوین

انتساب

چھان ڈالی کتاب تم نے تمام
پیار کی بات انتساب میں تھی

میں اپنی اس کاوش کو منسوب کرتا ہوں:

مادرِ علمی مظاہر علوم وقف سہارنپور کی طرف جس کی چہار دیواری اور آغوشِ شفقت میں رہ کر "قلم پکڑنے کا سلیقہ" اور "لب کشائی کا طریقہ" سیکھا۔

جملہ اساتذہ عظام کی طرف جن کے فیضِ بے پایاں اور دعائے سحر گاہی نے جنبشِ قلم میں قوت بخشی۔

اپنے والدینِ محترمین کی طرف کہ جن کی محبت اور شفقت نے اس راہ کا راہی بنایا۔

اسجد سبحانی ارریاوی

شرح کی خصوصیات

(۱) عبارت مع اعراب، حلِ لغات، سلیس ترجمہ

(۲) بہت زیادہ قیل وقال اور بے فائدہ اشکال واعتراض سے احتراز

(۳) عبارت کی تشریح مختصر مگر نہایت جامع

(۴) مسائل، دلائل، مخالفین کے دلائل کارد، قولِ فیصل

(۵) دورانِ تشریح جابجا تحقیقاتِ نادرہ کا ورود

(٦) مفید حواشی، تصحیح نسخ

(۷) اختیاری مطالعہ کا عنوان

وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُم

قُلْ رَّبِّیْ أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيْل

فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِراً

وَلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ أَحَداً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمـــاتِ تبـریک

جانشین فقیہ الاسلام حضرت مولانا محمد سعیدی حفظہ اللہ ناظم ومتولی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم! وبعد

شرح جامی المعروف بہ شرح جامی المسمّی بالفوائد الضیائیۃ درس نظامی کی ایک اہم ترین کتاب ہے جو عرصہ سے مدارس اسلامیہ اور مراکز دینیہ میں داخل درس چلی آرہی ہے۔

یہ کتاب اپنی خصوصیات اور میزات کے سبب اپنا ایک نرالا اور اچھوتا انداز رکھتی ہے اور اس کیلئے وہ دنیائے علم میں مشہور ومعروف ہے، اس کو پڑھانے والا مدرس بھی بڑی خصوصیات کا حامل اور بسا اوقات اس حد تک ماہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے طویل تجربہ اور راسخ معلومات اور نحوی علمی موشگافیوں پر عبور کامل کے سبب امام النحو کہلاتا ہے، چنانچہ ماضی بعید میں حضرت مولانا ثابت علی پورقاضویؒ اور ماضی قریب میں حضرت علامہ صدیق احمد کشمیریؒ نیز ان کے تلمیذ رشید حضرت علامہ محمد یامین صاحب سہارنپوریؒ اس کو پڑھانے میں بڑے ممتاز اور اس پر پوری طرح قابو یافتہ سمجھے جاتے تھے اور مظاہر علوم کی چہار دیواری میں نحو میں ان کی مہارت اور نحوی واقعات ولطائف اب بھی مشہور ومعروف اور زبان زد خاص وعام ہیں۔

کوئی شک نہیں کہ اس کتاب کی بعض ابحاث انتہائی اہم اور مشکل ہونے کے سبب زیادہ قابل توجہ سمجھی گئی ہیں، ان ابحاث میں ایک بحث حاصل ومحصول کی بحث ہے جس کی تشریح وتوضیح کیلئے علماء نحو نے مستقل رسائل وکتب تصنیف فرمائے ہیں۔ حجۃ اللہ فی الارض حضرت علامہ محمد موسیٰ روحانی بازی جن کو اللہ تعالیٰ نے ستر علوم وہبی طور پر فرمائے تھے، نے بھی اس کی تشریح وتوضیح کیلئے ایک کتاب "**بغیۃ الکامل فی حل المحصول والحاصل**" تصنیف فرمائی ہے، جس سے کتاب اور رسائی الکتاب کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عزیزم مولوی اسجد سبحانی ارریاوی متعلم مدرسہ ہذا نے بھی اس پر قلم اٹھایا ہے اور اچھے انداز میں اس کا حل پیش کیا ہے اللہ ان کو عمر طویل دے اور خدمت دین مبین کے لئے قبول فرمائے، میں نے ان کی کتاب کا نام "**خیر الوصول الی الحاصل والمحصول**" رکھ دیا ہے، اللہ قبول فرمائے۔

العبـــــــد

(مولانا) محمّـــد سعیـــدی

ناظم ومتولی مظاهر علوم (وقف) سهارنپور

۲/۵/۱۴۴۰ھ م ۹/۱/۲۰۱۹ء چہارشنبہ

تائید وتوثیق

حضرت مولانا ومفتی محمد ابوالکلام صاحب استاذِ کافیہ وکتب تفاسیر مظاہر علوم وقف سہارنپور

حضرت مولانا نعیم احمد صاحب استاذِ شرح جامی وفنونِ مختلفہ مظاہر علوم وقف سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم! أما بعد

''شرح جامی'' شروحِ کافیہ میں ''رضی'' کے بعد نہایت اعلی وارفع اور سب سے زیادہ مشہور ومتداول ہے، جس کا نام ''الفوائد الضیائیہ'' ہے کیوں کہ یہ صاحب زادہ ضیاء الدین یوسف کیلئے لکھی گئی تھی، اس میں علامہ جامیؒ نے اکثر شروحِ کافیہ کو باحسن وجوہ ملخص کیا ہے اور زیادہ ماخذ قاضی شہاب الدین دولت آبادی (متوفی ۸۴۸ھ) کی شرح ہے، اس میں گو نحوی مباحث کو عقلیت کا رنگ دیا گیا ہے، تاہم ٹھوس استعداد پیدا کرنے کیلئے بہت عمدہ کتاب ہے، انہیں عقلی مباحث میں سے ایک اہم بحث ''حاصل محصول'' کی ہے، جس کو مظاہر علوم (وقف) کے ایک محنتی طالبِ علم اسجد سبحانی اہرہاوی نے سہل انداز میں پیش کرنے کی سعی کی ہے، موصوف نے چند باتوں کا التزام کیا ہے:

(۱) عبارت بااعراب (۲) قیل وقال اور بے فائدہ اعتراض وجواب سے احتراز (۳) عبارت کی جامع تشریح (۴) مسائل مع دلائل، قولِ فیصل (۵) مفید حواشی (۶) اختیاری مطالعہ

امید ہے کہ شرح جامی کے مستفیدین کو ''حاصل محصول'' کی بحث میں کوئی اشکال پیش نہ آئے، میں دعا کرتا ہوں کہ مؤلف کی اور تالیفات کی یہ بھی آخری نہ ہو اور عند اللہ مقبول ومشکور ہو آمین

دستخط:

(جناب مولانا مفتی) ابوالکلام (صاحب دامت برکاتہم العالیہ)

حامداً ومصلیاً شرح جامی کی مشہور بحث ''حاصل ومحصول'' کا بہت مناسب حل اسجد سبحانی اہرہاوی نے پیش کیا ہے، جس کی تصدیق وتائید حضرت الحاج مولانا محمد سعیدی صاحب ناظم اعلی مظاہر علوم وقف، اور مظاہر علوم (وقف) کے مقبول استاد حضرت مولانا ابوالکلام صاحب نے کی کردی ہے، بندہ اس کی تائید وتوثیق کرتا ہے، اللہ تعالی اس کتاب کو نافع بنائے، اور عزیزم مؤلف موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے آمین

دستخط:

(جناب مولانا) نعیم احمد (صاحب مدظلہ العالی)

۲۰/۵/۴۰ ۱۴ھ م ۲۷/۱/۲۰۱۹ء یکشنبہ

حرفِ آغاز

الحمد لله الذی رفع السماءو خفض الغبراء و نصب الجبال و جر أثقال العالم بنفسه منتقلة من حال إلی حال و فتح لنا أبواب الرحمة بإرسال النبی الأمین الذی أعرب لنا أوضاع الشرائع مبنیة علی سنن الاعتدال۔ والصلوة و السلاة علی نبیه المصطفی و ولیه المجتبی و أصحابه الذین هم عماد الدین أما بعد:

ملا جامی کی شرحِ کافیہ "الفوائد الضیائیة" المعروف بہ "شرحِ جامی" کو جوشہرت ملی وہ خواص پر مخفی نہیں، اسی طرح اس کی ایک بحث "حاصل محصول" کو بھی غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی وھو ایضا غیر خفی علی العلماء، اور یہ بحث شرح جامی کی طرح ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ شہرت کے ساتھ ساتھ صعوبت میں بھی کافی مشہور ہوئی لیکن علماء وطلباء اس بحث کو بہت انہاک و اشتغال سے پڑھتے اور پڑھاتے ہیں جو مؤلِّف و مؤلَّف کی مقبولیت کی بین دلیل ہے بایں وجہ عربی و فارسی میں متعدد شرحیں لکھی گئیں لیکن اردو میں مستقلا کوئی شرح احقر کی نظر سے نہیں گذری اس لئے چند سطور علی سبیل الاختصار بارادۂ حل بحث مذکور پیش خدمت ہے، امید ہے کہ شرفِ قبولیت سے نوازیں گے

بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ اصل کی طرح شرح کو قبول فرمائے اور آخرت میں ذریعۂ نجات بنائے آمین یارب العلمین۔ ؎

أدعو الله راجیًا أن یجعل ثواب هذا العمل القلیل

لی و لوالدی وللمؤمنین إلی الحساب الجلیل

اسجد سبحانی ارریاوی

متدرس مظاہر علوم وقف سہارن پور

بتاریخ: ١/٦/٠ ٤ھ ٧/٢/ ٩ ١ء

حاصل محصول کیا ہے؟

حاصل محصول: دراصل اس اشکال کا جواب الجواب ہے جو ایضاح میں مصنف (صاحبِ کافیہ) کی عبارت ''فی نفسہ'' پر ہوا ہے؛ کیوں کہ ملا جامیؒ نے ''بِناءً عَلَی لَفظِ الْمَوْصُوْلِ'' سے اس اشکال کا جواب دیا ہے پھر اسی جواب کو اجمالاً محصول میں اور تفصیلاً حاصل میں بیان کیا ہے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ بحث فاضل ہندیؒ کی تردید میں لکھی گئی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

فائدہ: دو اشکال مع جواب علی سبیل ازدیاد العلم قیدِ قرطاس ہیں:

(الف) اشکال یہ ہے کہ ''حاصل ومحصول'' (واو کے ساتھ) ہونا چاہئے؟ کیوں کہ یہ معطوف ومعطوف علیہ ہے، نیز یہ لفظِ ''شب وروز'' کی طرح ہے؟ الجواب!

جوابِ تسلیمی: ہمیں تسلیم ہے کہ معطوف ومعطوف علیہ ہے لیکن واؤ کو استعمال الناس حجة[۱] کے تحت چھوڑ دیا گیا ہے، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ مرکب بنائی (أحد عشر کی طرح) ہے۔

جوابِ انکاری: ہمیں تسلیم ہی نہیں ہے کہ یہ لفظِ ''شب وروز'' کی طرح ہے بلکہ یہ لفظ ''دن رات'' کی طرح ہے۔

(ب) اشکال یہ ہے کہ ہم اپنے اساتذہ اور دیگر علماء وطلباء سے ''حاصل محصول'' (پہلے حاصل پھر محصول) سنتے ہیں خود ہماری زباں زد بھی ''حاصل محصول'' ہی ہے، آپ نے بھی اوپر حاصل محصول ہی لکھا ہے یعنی ''حاصل محصول کی اہمیت کیا ہے؟''

نیز قاعدے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ پہلے فاعل پھر مفعول ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ ''یہاں فاعل ومفعول دونوں محذوف ہیں''، لیکن ملا جامیؒ نے پہلے محصول پھر حاصل کو بیان کیا ہے

[۱] استعمال الناس حجة: کیوں کہ عرفِ عام خاص یعنی علماء کی اصطلاح میں حاصل محصول ہی بولتے ہیں۔

یعنی ''محصول حاصل''، تو ہمیں بھی ''محصول حاصل'' کہنا چاہئے نہ کہ ''حاصل محصول'' کیوں کہ ہم ملا جامیؒ سے بڑے تو نہیں ہیں؟

الجواب!

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حاصل محصول ہی ہے لیکن ملا جامیؒ نے الإجمال يتقدم على التفصيل کے تحت محصول[۱] کو مقدم کیا ہے لیکن اس پر اشکال ہوگا کہ اجمال ہی کیوں مقدم ہوتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ قاعدہ ہے إن الإجمال ثم التفصيل أوقع في النفس(مختصر المعانی ص ۱۳۴)

حاصل محصول کی اہمیت

اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ:

(الف) یہ چند سطور کی بحث ہے لیکن اس کی عربی و فارسی شروح[۲] کئی کئی صفحات پر لکھی گئی ہیں۔(ب) عموماً یہ بحث بہت اہم اور مشکل سمجھی جاتی ہے اسی وجہ سے اساتذہ و طلبہ اس کو اہتمامًا والتزامًا پڑھتے اور پڑھاتے ہیں بلکہ بعض جگہ تو کسی ماہرِ فن کو بلا کر صرف اسی کو پڑھواتے ہیں اور بعض طلبہ بھی فقط اسی کو پڑھنے کے خواہاں ہوتے ہیں چناں چہ وہ اپنے دور کے کسی متبحر فی النحو سے پڑھ لیتے ہیں۔

فائدہ: اس بحث کی صعوبت و دشواری کو سمجھانے کے لئے ایک فرضی واقعہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ملا جامیؒ کا جب سانحۂ ارتحال پیش آیا اور تجہیز و تکفین کے بعد سپردِ خاک کر دیا گیا بعد ازاں جب اگلی منزل کا سفر شروع ہوا تو قبر میں پوچھے جانے والے سوالات کیلئے فرشتہ (منکر نکیر) آیا اور پوچھا مَنْ رَّبُّکَ؟ ملا جامیؒ نے فرمایا! پہلے یہ بتاؤ کہ بتاؤ مَنْ کی کتنی قسمیں ہیں اور مَنْ رَّبُّکَ

[۱] محصول: ماقبل میں معلوم ہو گیا ہے کہ محصول میں اجمالا اور حاصل میں تفصیلاً جواب دیا گیا ہے۔

[۲] عربی شرح: مثلا التقرير المعقول في بيان الحاصل و المحصول لملاخادم أحمد الهندی، بغية الكامل السامي لمولانا موسى الروحاني، البازي، (الباكستاني)، اور فارسی میں تیسیر الوصول إلى مطالب الحاصل والمحصول ہے

میں کونسی قسم مراد مَنْ ہے؟ فرشتہ حیران و پریشاں ہوااور بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو کر عرض کیا! یاالٰہ العلمین ! آج تو نے کس کے پاس بھیج دیا جس نے الٹا مجھ سے سوال پوچھ لیا اور سوال بھی ایسا جس کا جواب مجھ سے بن نہ سکا، ارشادِ باری ہوا: اس کا نام کیا ہے؟ فرشتہ نے کہا! ملا عبدالرحمن جامی، مالک کائنات نے کہا یہ وہ شخص ہے جس نے بنام "شرح جامی" ایک کتاب لکھی تھی جس میں ایک بحث ہے "حاصل محصول" اور وہ اتنی مشکل ہے کہ وہ اب تک مجھے سمجھ میں نہیں آئی تو تجھے اس کی بات کہاں سے سمجھ میں آجائیگی؟

عبارت مع اعراب: اَلْإِسْمُ مَا دَلَّ اَیْ کَلِمَةٌ دَلَّتْ عَلَی مَعْنًی کَائِنٍ فِیْ نَفْسِهٖ اَیْ فِی نَفْسِ مَا دَلَّ یَعْنِی اَلْکَلِمَةَ۔ فَتَذْکِیْرُ الضَّمِیْرِ بِنَاءً عَلَی لَفْظِ الْمَوْصُوْلِ۔

قَالَ الْمُصَنِّفُ علیہ الرحمۃ فِی الْاِیْضَاحِ[١] شَرْحِ الْمُفَصَّلِ " الضَّمِیْرُ [فِی مَا دَلَّ عَلَی مَعْنًی فِی نَفْسِهٖ] یَرْجِعُ إِلَی مَعْنًی اَیْ مَا دَلَّ عَلَی مَعْنًی بِاعْتِبَارِهٖ فِی نَفْسِهٖ وَبِالنَّظْرِ[٢] إِلَیْهِ فِی نَفْسِهٖ لَا بِاعْتِبَارِ أَمْرٍ خَارِجٍ عَنْهُ کَقَوْلِکَ[٣] [اَلدَّارُ فِیْ نَفْسِهَا حُکْمُهَا کَذَا] [٤] اَیْ بِاعْتِبَارِ أَمْرٍ خَارِجٍ عَنْهَا، وَلِذٰلِکَ قِیْلَ [اَلْحَرْفُ مَا دَلَّ عَلَی مَعْنًی فِی غَیْرِهٖ اَیْ حَاصِلٍ فِی غَیْرِهٖ اَیْ بِاعْتِبَارِ مُتَعَلَّقِهٖ لَا بِاعْتِبَارِهٖ فِی نَفْسِهٖ] اِنْتَهَی کَلَامُهٗ۔

ترجمۂ عبارت: اسم وہ ہے جو دلالت کرے یعنی ایسا کلمہ ہے جو دلالت کرے ایسے معنیٰ پر جو اس کی ذات میں ہو یعنی مادل (مادل سے مراد کلمہ ہے) یعنی کلمہ کی ذات میں ہو۔ لہٰذا ضمیر[٥] کو مذکر لانا اسم موصول کی بنیاد پر ہوگا۔

---

[١] فِیْ الْاِیْضَاحِ بعض نسخوں میں فی ایضاح شرح المفصل ہے (الفوائد الضیائیة علی متن الکافیة فی النحو ج ١ ص ٤٤ مکتبہ دار إحیاء التراث العربیة بیروت)

[٢] وَ: یہ عطف تفسیری ہے یعنی اعتبار و نظر دونوں کے ایک ہی معنیٰ ہیں

[٣] کقَوْلِکَ: هذا من قبیل تشبیه المعقول بالمحسوس توضیحا للمطلوب و تنویر المقصود

[٤] مثلا قیمتها عشرة آلاف روبیة

[٥] ضمیر: سے فی نفسہ کی ضمیر مذکر مراد ہے

مصنفؒ (صاحبِ کافیہ) نے ایضاح یعنی مفصل کی شرح میں لکھا ہے کہ ''ضمیر [فی ما دل علی معنی فی نفسہ] میں معنی کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی اسم ایسا کلمہ ہے جو دلالت کرے ایسے معنی پر جو اس کی ذات میں معتبر اور منظور الیہ ہو نہ کہ کسی امر خارج کے اعتبار سے جیسے تیرا کہنا [گھر کی خود اپنی کے اعتبار سے اتنی قیمت ہے] نہ کہ کسی امر خارج کے اعتبار سے، اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ [حرف وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے غیر میں ہو یعنی اس کے غیر میں حاصل ہو یعنی اپنے متعلق کے اعتبار سے نہ کہ اس کے اپنی ذات میں معتبر ہونے کی وجہ سے] مصنف کا کلام ختم ہوا۔

لغات وترکیب

الاسم: مبتداء ہے اور مادل علی معنی فی نفسہ غیر مقترن بأحد الازمنۃ الثلثۃ خبر ہے۔

علی معنی: علی جارہ اپنے مجرور معنی (معنی موصوف ہے اور کائن فی نفسہ سے ملکر صفت ہے، رضی نے بھی ثابت کا متعلق بنا کر معنی کی صفت قرار دیا ہے) (۱) سے مل کر دل کا متعلق ہے اور معنی کے بعد کائن کا اضافہ کر کے بتلا دیا کہ فی نفسہ کائن سے متعلق ہے لہٰذا ان بعض شراح کی تردید ہوگئی جنہوں نے فی نفسہ کو دل کا متعلق بنایا ہے کیوں کہ دل کا صلہ باء یا علی آتا ہے فی نہیں۔

فی نفسہ: کا مطلب ''مستقل بالمفہوم'' (غیر کا محتاج نہ ہونا) ہے۔ (۲)

ایضاح: شیخ النحو علامہ جار اللہ زمخشریؒ کی تصنیف لطیف مفصل کی شرح ہے۔ اور اسی کی تلخیص (۳) کافیہ ہے۔

---

(۱) (شرح رضی ج۱ ص۲۰، ناشر: جامعۃ الإمام محمد بن مسعود الإسلامیۃ (ریاض)۔

(۲) (ایضاح فی شرح المفصل ج ۱ ص ۱۳، ناشر: دار سعد الدین، إیضاح فی شرح المفصل ج ۱ ص ۶۰، ناشر: إحیاء التراث الإسلامی، الجمہوریۃ العراقیۃ

(۳) تلخیص: الفوائد الضیائیۃ علی متن الکافیۃ فی النحو ج ۱ ص ۴۴ حاشیہ ۲

انتھی کلامه : یہ ایک عربی اسلوب ہے جو نقلِ کلام کے بعد اس کی انتہاء کو بیان کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صاحبِ رشیدیہ (فن مناظرہ کی ایک کتاب ہے جو مظاہر علوم میں سالِ پنجم میں پڑھائی جاتی ہے) جگہ جگہ فرماتے ہیں انتھی کلامه۔

سخنِ جامی بزبانِ سبحانی

الاسم مادل: ما موصولہ مبہم ہوتا ہے اس لئے اس کی توضیح ضروری ہوئی۔ چنانچہ ملا جامیؒ نے اس کی توضیح کلمة سے کی ہے [۱] اور بعض نحوی نے بعض لفظ، بعض نے شيء، اور بعض نے اسم سے توضیح کی ہے۔ چوں کہ یہ تینوں احتمالات مردود و باطل تھے۔ اس لئے ملا جامیؒ نے ان کو بیان نہیں کیا مگر بروئے اصول مدعی کا دعویٰ اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک دعاوئ مخالفین کے دلائلِ بطلان کو پیش کرنے کے بعد اپنے دعوی کو دلیل سے مزین نہ کردے لیکن ملا جامیؒ نے دعاوئ مخالفین کے دلائلِ بطلان کو پیش نہ کرتے ہوئے لیس کمثله شئ کے تحت فأتو بسورة من مثله کا چیلنج کرتے ہوئے اپنے دعوی کی پیشی پر اکتفاء کیا۔

فائدہ: افادۃً دعاوئ مخالفین کو مع دلائلِ بطلان سپردِ قلم وقیدِ قرطاس کیا جارہا ہے:

دعوئ اول: ما سے لفظ مراد لینا باطل ہے۔

دلیلِ بطلان: کیوں کہ اس صورت میں تعریف القسم علی اقسام الغیر المقسم [۲] لازم آئے گی اور یہ باطل ہے لہٰذا ما سے لفظ مراد لینا باطل ہوا۔

دعوئ ثانی: ما سے شئ مراد لینا باطل ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں تعریف الشئ علی غیر الشئ [۳] لازم آئیگی۔ اور یہ باطل ہے لہٰذا ما سے شئ مراد لینا باطل ہے۔

---

[۱] رضی نے بھی مادل کی تفسیر کلمۃ سے ہی کی ہے (شرح رضی ج ۱ ص ۲۰ ناشر: جامعة الإمام محمد بن مسعود الإسلامية (ریاض)۔

[۲] نانچہ اس صورت میں تعریف ''زید قائم'' اور تمام مرکبات پر صادق آئے گی

[۳] تعریف الشئ علی غیر الشئ: چنانچہ اس صورت میں تعریف دوالِ اربعہ پر صادق آجائیگی

دعوئ ثالث: ما سے اسم مراد لینا باطل ہے۔

دلیلِ بطلان: کیوں کہ اس صورت میں **اخذ المحدود فی الحد**[۱] لازم آئے گا اور یہ باطل ہے

لہٰذا ما سے اسم مراد لینا بھی باطل ہے۔تو ثابت ہوا کہ ما سے **کلمة** مراد ہے۔

دلیلِ ثبات: کلمہ اسم کا مقسم ہے اور ہر مقسم اپنے اقسام میں موجود ہوتا ہے لہٰذا مقسم (کلمہ) اپنے اقسام (اسم) میں موجود ہوگا (شرح جامی ص ۱۴ حاشیہ ۳)

لیکن اس پر اشکال ہوگا کہ راجع (ہ) ضمیر مذکر ہے اور مرجع ما (جس سے مراد کلمہ ہے) مؤنث ہے۔تو **بطلان المطابقة بین الراجع و المرجع باعتبار التذکیر و التانیث** لازم آئے گا۔اس اشکال کا جواب مصنف نے **فتذکیر الضمیر بناءً علی لفظ الموصول** سے دیا ہے کہ **ما لفظاً** مذکر اس لئے اس کی طرف ضمیر مذکر لوٹے گی **لأن النحوی یبحث عن الالفاظ لا للمعانی فثبتت المطابقة بین الراجع و المرجع باعتبار التذکیر و التانیث فلا اشکال علیه۔**

---

[۱] اخذ المحدود فی الحد، اس صورت میں دور یا تسلسل لازم آئے گا: **دور کی تقریر یہ ہوگی** کہ اسم معرَّف (بالفتح) ہے اور تعریف معرِّف (بالکسر) گویا کہ اسم موقوف اور تعریف موقوف علیہ ہوئی اگر تعریف میں اسم ہی آیا تو ایک شئ کا ایک ہی وقت میں معرَّف و معرِّف یا موقوف و موقوف علیہ بننا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے لہٰذا اسم کی تعریف میں اسم کو لانا باطل ہے یا یوں کہا جائے کہ جس کو ہم نے موقوف فرض کیا تھا وہی موقوف علیہ بن گیا اور یہ خلافِ مفروض ہے پس یہ بھی باطل ہوا لہٰذا ما سے اسم مراد لینا بھی باطل ہے۔اور **تسلسل کی تقریر یہ ہوگی** کہ اسم کی تعریف نظری تھی اس لئے ہم نے اسم کی تعریف کی اگر تعریف میں دوسرا اسم آگیا تو وہ بھی نظری ہوگا اس لئے اس کے لئے ایک تیسرا اسم چاہئے وہ بھی نظری ہوگا اس لئے اس کے لئے چوتھا اسم چاہئے اسی طرح یہ سلسلہ إلی غیر النہایۃ چلے گا اور یہ تسلسل ہے جو کہ باطل ہے لہٰذا ما سے اسم مراد لینا بھی باطل ہے۔

فی نفسہ: میں ضمیر ہے اور لکل ضمیر مرجع کے تحت بتائیں اس کا مرجع کیا ہے؟

الجواب: ملا جامیؒ نے اس کا مرجع ما (کلمة) کو قرار دیا ہے اور إذا دار ضمیر بین الأقرب والأبعد فھو للأقرب کے مدِ نظر بعض نے معنی اور بعض نے الاسم کو قرار دیا ہے۔

لہٰذا ملا جامیؒ پر ان دونوں دعوؤں کے دلائلِ بطلان کو پیش کرنا واجب ہوا لیکن ملا جامیؒ نے یہاں بھی بغرض اختصار دعاویٔ مخالفن کے دلائلِ بطلان کو پیش نہ کرتے ہوئے وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٍ پر اکتفا کیا مگر زیادتی علم کی خاطر دعاویٔ مخالفین کے دلائلِ بطلان صفحۂ کتاب پر منقوش ہیں۔

دعویٔ اول: اس کا مرجع معنی نہیں ہوسکتا۔

دلیلِ بطلان : کیوں کہ اس صورت میں تین خرابیاں لازم آئیں گی:

(۱) بطلان المطابقة بین الإجمال والتفصیل[۱]

(۲) ظرفیة الشيء لنفسه[۲]

(۳) بطلان تعریف الحرف[۳]

دعویٔ ثانی: اس کا مرجع اسم بھی نہیں ہوسکتا۔

دلیلِ بطلان : کیوں کہ اس صورت میں پانچ خرابیاں لازم آئیں گی:

---

[۱] یعنی اجمال (دلیل حصر) میں ما (کلمة) ہے اور تفصیل (جہاں سے بحثِ اسم کی ابتدا ہوئی ہے) میں معنی بن جائے گا، اور یہ بطلان المطابقة بین الإجمال والتفصیل ہے جو کہ باطل ہے۔

[۲] یہ ظاہر ہے کیوں کہ اس صورت میں مطلب ہوگا کہ معنی معنی کی ذات میں ہے جیسے الماء فی الماء پانی پانی میں ہے وہو باطل۔

[۳] یوں کہ حرف اسم کی قسیم (مقابل) ہے لہٰذا جو اسم کا مرجع بنے گا وہی حرف کا بھی مرجع بنے گا تو مطلب ہوگا کہ حرف وہ ہے جو دلالت کرے ایسے معنی پر جو اس کے علاوہ میں ہو تو حرف اپنے معنی پر ہی دلالت نہیں کرے گا حالانکہ ہر کلمہ اپنے معنی پر دلالت کرتا ہے۔

(۱) اخذ المحدود فی الحد[۱]

(۲) بطلان المطابقة بین الإجمال و التفصیل[۲]

(۳) ظرفیة الاسم للمعنی[۳]

(۴) توجیه القول بما لا یرضی به القائل[۴]

(۵) بطلان تعریف الحرف[۵]

تو ثابت ہوا کہ اس کا مرجع ما (کلمة) ہے؛ لیکن اس صورت میں بھی چار خرابیاں لازم آئیں گی:

(۱) بطلان المطابقة بین الراجع و المرجع باعتبار التذکیر و التانیث

(۲) توجیه القول بما لا یرضی به القائل

(۳) ظرفیة الکلمة للمعنی

(۴) بطلان تعریف الحرف

نوٹ: ملا جامیؒ نے ان تمام خرابیوں کے جوابات دیے ہیں۔

چنانچہ **پہلی خرابی کا جواب** فتذکیر الضمیر بناءً علی لفظ الموصول سے دیا ہے۔[۶]

---

[۱] اس کا مطلب ص ۱۵ حاشیہ ۱ میں دیکھئے

[۲] اس کا مطلب ص ۱۵ حاشیہ ۱ میں دیکھئے

[۳] اس صورت میں "اسم" معنی کیلئے ظرف بن جائے گا حالاں کہ اسم کے اندر ظرف بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔

[۴] یعنی ابنِ حاجب نے ایضاح میں معنی کو بنایا ہے اور کافیہ میں کلمہ بن جائیگا، جس پر کبھی وہ راضی نہیں ہوسکتے ہیں۔

[۵] اس کا مطلب ص ۱٦ حاشیہ ۱ میں دیکھئے۔

[٦] اس کی تفصیل ص ۱۵ پر گذر چکی ہے

دوسری خرابی کا ایک جواب یہ ہے کہ مفصل میں معنی کو قرب کی وجہ سے مرجع قرار دیا گیا ہے۔کیوں کہ قاعدہ ہے إذا دار الضمير بين الأقرب و الأبعد فهو للأقرب اور **دوسرا جواب** یہ ہے کہ مفصل میں اجمال نہیں ہے اسلئے معنی کو بنادیا۔[۱]

تیسری خرابی کا جواب یہ کہ کلمہ گرچہ حقیقۃ معنی کے لئے ظرف نہیں بن سکتا مگر تشبیہًا بن سکتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔کیوں کہ ظرف کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ظرف حقیقی

(۲) ظرفِ تشبیہی

ظرفِ حقیقی: وہ ظرف ہے جو حقیقیۃً مظروف کیلئے ظرف ہو جیسے الماء في الكوز میں کوز حقیقیۃً ماء کے لئے ظرف ہے۔[۲]

ظرفِ تشبیہی: وہ ظرف ہے جو مظروف کے لئے حقیقۃ ظرف نہ بلکہ ظرف کے مشابہ ہو جیسے علی معنیً فی نفسه میں کلمہ معنی کے لئے ظرفِ تشبیہی ہے[۳]

چوتھی خرابی کا جواب یہ کہ جب اسم کی تعریف میں ضمیر کا مرجع کلمہ کو بنایا گیا تو مطلب یہ ہوا تھا کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے کسی معنی پر دلالت کرے یعنی مستقل بالمفہوم ہے تو حرف کی تعریف میں بھی ضمیر کا مرجع کلمہ ہی بنے گا اور مادل علی معنی فی نفسه کا مطلب ہوگا حرف وہ کلمہ ہے جو غیر کے اعتبار سے کسی معنی پر دلالت کرے یعنی غیر مستقل بالمفہوم ہو۔

---

[۱] کہ اجمال یعنی دلیلِ حصر میں كلمة کو اور تفصیل میں معنی کو بنایا جاتا)

[۲] فی کا ماقبل مظروف اور مابعد ظرف کہلاتا ہے۔

[۳] وہ اس طور پر کہ جس طرح ظرف مظروف کو محیط ہوتا ہے اسی کلمہ بھی اس معنی کو محیط ہوتا ہے جو اس کی ذات میں ہوتا ہے۔ظرفِ تشبیہی کو ظرفِ مجازی بھی کہا جاتا ہے۔

****

قال المصنف في الإيضاح: سے ملا جامیؒ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ ابنِ حاجب نے کافیہ میں (في نفسه) کی ضمیر کا مرجع ما (كلمة) کو بنایا ہے اور ایضاح میں معنی کو، قاعدے کی روشنی میں دونوں کو مرجع بنایا جاسکتا ہے لیکن معنی کو مرجع بنانے کی صورت میں تین اشکال وارد ہونگے:

(۱) بطلان المطابقة بين الإجمال و التفصيل۔

(۲) ظرفية الشيء إلى نفسه۔

(۳) بطلان تعريف الحرف۔

ابنِ حاجب نے تینوں اشکالوں کا جواب ایضاح میں دیا ہے۔ چنانچہ **پہلے اشکال کا جواب** دیا گیا ہے کہ صرف لفظاً مطابقت ختم ہوگی جبکہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہوگا یعنی مستقل بالمفهوم ہونا۔

دوسرا جواب یہ کہ وہاں اجمال نہیں ہے لہذا یہ اشکلال ہی نہیں ہوگا۔

دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ في یہاں ظرفیت کے لئے ہے ہی نہیں بلکہ اعتبار ونظر کے معنی میں ہے اور مطلب ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو دلالت کرے ایسے معنی پر جو اس کی ذات کے اعتبار سے حاصل ہو نہ کہ امر خارج کے اعتبار سے یہی مطلب ہے مصنف کے قول ما دل على معنى باعتباره في نفسه و بالنظر اليه في نفسه لا باعتبار امر خارج عنه کا۔ لیکن اس پر اشکال ہوگا کہ آپ نے کیسے کہہ دیا في اعتبار ونظر کے معنی میں ہے؟ اس کا جواب ابنِ حاجب نے الدار في نفسها حكمها كذا سے دیا ہے عرب بکثرت في کو اعتبار ونظر کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ ضابطہ ہے: اگر في کا مجرور نفس یا ذات ہو اور وہ ضمیر جو نفس اور ذات کا مضاف الیہ بن رہی ہو دونوں کا مصداق ایک ہو تو وہاں في اعتبار و نظر کے معنی میں ہوگا یعنی في باء کے معنی میں ہوگا اور اس کے بعد اعتبار محذوف ہوگا [كما أشار المصنف رحمة الله عليه اليه بقوله "على معنى باعتباره في نفسه] جیسے الدار في

نفسها حکمها کذا۔[۱]

تیسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ اسم کی تعریف میں جب فی اعتبار کے معنی میں ہے تو حرف کی تعریف میں بھی اعتبار کے معنی میں ہوگا اور مطلب ہوگا حرف وہ کلمہ ہے جو حاصل ہوا امر خارج یعنی متعلَّق کے اعتبار سے نہ کہ اپنی ذات کے اعتبار سے۔یہی مطلب مصنف کی عبارت الحرف مادل علی معنی فی غیرھا کا۔

خلاصۂ عبارت:

فی نفسہ میں ہ ضمیر کا مرجع خواہ معنی کو بنایا جائے یا (کلمۃ) کو بہر دو صورت مطلب ہوگا کہ اسم مستقل بالمفہوم ہوتا ہے اسی طرح حرف کی تعریف میں فی نفسہ کی ضمیر کا مرجع خواہ معنی کو بنایا جائے یاما (کلمۃ) کو بہر دو صورت مطلب ہوگا کہ حرف غیر مستقل بالمفہوم ہوتا ہے

اختیاری مطالعہ

(ا) متقدمینِ ائمۂ نحاۃ سے اسم کی کوئی ایسی تعریف منقول نہیں ہے جو اشکالات و اعتراضات سے خالی ہونے کے ساتھ ساتھ مانع اور جامع ہو چناں چہ:

(الف) امامِ سیبویہ[۲] نے الکتاب میں اسم کی تعریف نہیں کی ہے جب کہ اسم کی متعلقہ ابحاث، اور حرف کی تعریف شرح وبسط کے ساتھ کی ہے۔

---

[۱] الدار فی نفسها حکمها کذا: کا مطلب یہ ہے کہ گھر کی اپنی ذات کے اعتبار سے اتنی قیمت ہے نہ کہ امر خارج کے اعتبار یعنی صرف اگر اس کی بناوٹ اور میٹریل کا اعتبار کیا جائے تو یہ قیمت ہے اور اگر محل وقوع کا اعتبار کیا گیا تو اس سے کہیں زائد قیمت ہوگی۔علی معنی فی نفسہ پر قاعدے کو منطبق کیجئے۔

[۲] سیبویہ: ابنِ فارس نے سیبویہ سے فقط مثال نقل کی ہے؛ اسم جیسے رجل، فرس [نقل عن سیبویه ابن فارس فی فقه اللغة أن الإسم رجل و فرس۔(بغیة الکامل ص ۲)، امام سیبویہ کے حالات : دیکھئے "کشاف اصطلاحات النحو المعروف بہ نحوِ سبحانی ص ۳۱"]

****

(ب) ابنِ تیمیہ حرّانی فرماتے ہیں کہ متأخرینِ نحاۃ نے جہدِ مسلسل اور کوششِ بسیار کے بعد ستر (۷۰) تعریفات[۱] کیں لیکن ان میں ایک بھی صحیح نہیں ہے۔

(ج) ابن الانباری نے سر العربیہ میں لکھا ہے "لایصح شئ من حدود الإسم"۔ لیکن اسم کی تعریف پر وارد ہونے جملہ اشکالات واعتراضات[۲] کے مسکت جوابات دینے کے بعد، اسم کی مانع اور جامع تعریف اوّلاً میر سید شریف جرجانی اور ثانیاً ملا جامیؒ نے کی ہے (ذٰلِکَ فَضْلُ اللهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ) اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان دونوں حضرات کا گردنِ نحاۃ پر اتنا بڑا احسان ہے جس کا بدلہ تمام نحاۃ مل کر صبحِ قیامت تک نہیں ادا کر سکتے۔

عبارت مع اعراب

وَمَحْصُوْلُهُ مَاذَكَرَهُ بَعْضُ الْمُحَقِّقِيْنَ حَيْثُ قَالَ كَمَا أَنَّ فِي الْخَارِجِ مَوْجُوْدًا قَائِمًا بِذَاتِهِ وَمَوْجُوْدًاقَائِمًا بِغَيْرِهِ كَذٰلِكَ فِيْ الذِّهْنِ مَعْقُوْلٌ،-هُوَ مُدْرَكٌ قَصْدًا[۳]مَلْحُوْظًافِيْ ذَاتِهِ يَصْلُحُ[۴]أَنْ يُحْكَمَ[۵]عَلَيْهِ وَبِه-وَمَعْقُوْلٌ،-هُوَ مُدْرَكٌ تَبَعًا[۶] وَآلَةً لِمُلَاحَظَةِ غَيْرِهِ فَلَا يَصْلُحُ لِشَيْئٍ مِنهُمَا-

فَالْإِبْتِدَاءُ مَثَلًا إِذَا لَاحَظَهُ الْعَقْلُ قَصْدًا وَبِالذَّاتِ[۷] كَانَ مَعْنًى مُسْتَقِلًا

---

[۱] ستر (۷۰) تعریفات: چناں چہ کسائی، مبرّد، اخفش، ابنِ شجری، زمخشری ان حضرات سے بھی تعریف منقول ہے لیکن عند المحققین کوئی بھی تعریف قوی اعتراض سے خالی نہیں ہے

[۲] اشکالات واعتراضات: امامِ رازیؒ نے تفسیر کبیر میں نہایت قوی اور مشکل اشکالات واعتراضات کئے ہیں۔

[۳] قَصْدًا :مفعول مطلق ای إدراکا قصدا، أو حال من ضمیر مدرک۔

[۴] یصْلُحُ :مضارع معلوم من باب نصر و کرم و فتح لا إفعال

[۵] یُحْکَمُ صیغة المجهول و أیضًا بتقدیر اللام ای لأن یحکم (بغیة الکامل ص ۳۹)

[۶] تبعًا مفعول مطلق ای إدراکا تبعا

[۷] وَبِالذَّاتِ :هذا عطف تفسیر

بِالْمَفْهُوْمِيَّةِ مَلْحُوْظًا فِيْ ذَاتِهٖ وَلَزِمَهٗ تَعَقُّلُ مُتَعَلَّقِهٖ إِجْمَالًا[۱] وَتَبَعًا[۲] مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ إِلَى ذِكْرِهٖ وَهُوَ بِهٰذَا الْاعْتِبَارِ مَدْلُوْلُ لَفْظِ الْابْتِدَاءِ فَقَطْ فَلَا حَاجَةَ فِي الدَّلَالَةِ عَلَيْهِ إِلَى ضَمِّ كَلِمَةٍ أُخْرَى لِتَدُلَّ عَلَى مُتَعَلَّقِهٖ وَهٰذا هُوَ الْمُرَادُ بِقَوْلِهِمْ [[إِنَّ لِلْفِعْلِ وَالْإِسْمِ مَعْنًى كَائِنًا فِيْ نَفْسِ الْكَلِمَةِ الدَّالَّةِ عَلَيْهِ]] وَإِذَا لَاحَظَهُ الْعَقْلُ مِنْ حَيْثُ هُوَ حَالَةٌ بَيْنَ السَّيْرِ وَالْبَصْرَةِ وَجَعَلَهٗ آلَةً لِتَعَرُّفِ حَالِهِمَا[۳] كَانَ مَعْنًى غَيْرَ مُسْتَقِلٍّ بِالْمَفْهُوْمِيَّةِ [[وَلَا يَصْلُحُ أَنْ يَكُوْنَ مَحْكُوْمًا عَلَيْهِ وَبِهٖ]][۴] وَلَا يُمْكِنُ أَنْ يُتَعَقَّلَ إِلَّا بِذِكْرِ مُتَعَلَّقِهٖ بِخُصُوْصِهٖ وَلَا أَنْ يُدَلَّ عَلَيْهِ إِلَّا بِضَمِّ كَلِمَةٍ أُخْرَى دَالَّةٍ عَلَى مُتَعَلَّقِهٖ۔

ترجمۂ عبارت

اوراس جواب کا خلاصہ جس کو کسی محقق نے (شرحِ مطالع میں) ذکر کیا ہے: (یہ ہے کہ) انہوں نے وہاں کہا ہے کہ جس طرح خارج میں (موجود کی دو قسمیں ہیں) (۱) موجود قائم بذاتہ (۲) موجود قائم بغیرہ، اسی ذہن میں (معقول کی دو قسمیں ہیں) (۱) وہ معقول جس کا **ادراک بالارادہ** کیا جائے اور وہ اپنی ذات میں مستقل ہو، یہ قسم محکوم علیہ وبہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے (۲) وہ معقول جس کا ادراک بالتبع (ضمناً) کیا جائے اور وہ غیر کے ملانے کا آلہ ہو (یعنی اپنی ذات میں غیر مستقل بالمفہوم ہو) یہ قسم محکوم علیہ و بہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر لفظ ''ابتداء'' ہے: اگر عقل اس کالحاظ بالارادہ کرے[۵]

[۱] إجمالا: صفة مصدر محذوف ای تعقلا إجمالا، أو لزوما إجمالا

[۲] تبعا: مفعول مطلق ای تعقلا تبعا، أو لزوما تبعا

[۳] حالهما: وفی بعض النسخ حالیهما ای السیر و البصرۃ۔

[۴] أَجِدُ فِيْ بَعْضِ النُّسَخِ هنا هٰذِهِ الْعِبَارَةَ (الفوائد الضیائیة علی متن الکافیة فی النحو ج ۱ ص ۴۵)

[۵] قصداو بالذات: ایک اصطلاح ہے اور دونوں کا مطلب ایک ہی ہوتا ہے یعنی ''حقیقۃ'' مطلب ہوگا اگر عقل حقیقۃ اس کالحاظ کرے، اسی طرح ''اوّلاً وبالذات'' بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

تو معنی مستقل بالمفہوم ہوں گے[ا] اور اس کے متعلَّق کا تعقلِ اجمالی لازم آئے گا متعلَّق کو ذکر کیے بغیر (لفظی ترجمہ: لازم آئے گا اس کے متعلَّق کا تعقل (تصور) اجمالا اور تبعا اس کو ذکر کیے بغیر یعنی ذہن میں متعلَّق کا تصور اجمالی طور پر لازم آئے گا) اور ابتداء اس اعتبار سے فقط ابتداء کا مدلول ہوگا پس ابتداء پر دلالت کرنے کیلئے اس کے ساتھ دوسرے کلمے کے ملانے کی ضرورت نہیں ہوگی تاکہ وہ (دوسرا کلمہ) اسکے (ابتداء کے) متعلَّق پر دلالت کرے۔ یہی مطلب ہے نحویوں کے قول [إن للفعل و الاسم معنی کائنا فی نفس الکلمة الدالة علیه] کا۔

اور اگر عقل اس کا لحاظ اس اعتبار سے کرے کہ یہ (ابتداء) سیر اور بصرہ کے درمیان ایک حالت ہے اور اس کو (ابتداء) کو ان دونوں کے (سیر و بصرہ کے) احوال جاننے کا ذریعہ بنا دے تو معنی غیر مستقل بالمفہوم ہوں گے اور ممکن نہیں ہوگا اس کا تصور کرنا مگر اس کے متعلَّق کے ذکر سے، اس کے خصوصیات کے ساتھ اور نہ ہی اس پر دوسرے کلمے کے ملائے بغیر — جو اس کے متعلَّق پر دلالت کرے — دلالت کرنا (کیا جانا) ممکن ہے۔

لغات وترکیب: **ومحصوله**، سے متعلق چند باتیں:

(ا) اس واو میں دو قول ہیں:

(الف) عاطفہ؛ اس صورت میں اس کا عطف یا تو قال المصنف فی الإیضاح، یا الإسم ما دل پر ہوگا

(ب) استینافیہ؛ اس صورت میں سوالِ مقدر کی طرف اشارہ ہوگا کہ آپ نے الإسم ما دل علی معنی فی نفسه کو تشبیہ دی ہے الدار فی نفسها کے ساتھ یہ تشبیه المعقول بالمحسوس ہے جو کہ ناجائز ہے۔[۲]

[ا] ملحوظ فی ذاتہ: کے معنی بھی مستقل بالمفہوم ہی کے ہیں۔

[۲] تشبیه المعقول بالمحسوس: اسم معقول ہے اور دار (گھر) محسوس ہے۔

الجواب! رئیس المناطقہ میر سید شریف جرجانیؒ نے اس کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ انہوں نے محصول میں اسی کو سمجھایا ہے۔

(۲) محصول کے معنی رأی کے ہیں؛ کہا جاتا ہے "ما لفلان محصول ولا معقول ای ماله رأی ولا تمییز"، اور جمع اس کی محاصیل ہے (معجم الوسیط) پس مطلب ہوگا رأی ابن الحاجب فی حد الإسم۔

(۲) محصول کے مترادف (ہم معنی) الفاظ

مُحَصَّلٌ ، مَفَادٌ، تَوْضِیْحٌ ، تَفْصِیْلٌ ، مُلَخَّصٌ، جُمْلَةٌ، حَاصِلٌ، خُلَاصَةٌ، بَیَانٌ۔ (بغیة الکامل ص: ۱۹ حاشیة: ۱) بَقِیَّةٌ ، مَآلٌ، حَقِیْقَةٌ، مَفَادٌ (معجم الغنی، معجم الوسیط)

اس پر یہ اشکال ہوگا کہ رئیس المناطقہ نے ان الفاظ کو چھوڑ کر محصول ہی کا انتخاب کیوں کیا؟

الجواب: بحثِ محصول دراصل اس اشکال کا جواب ہے جس کو امامِ رازیؒ نے محصول نامی رسالہ میں لکھا ہے اسلئے محصول کا انتخاب کیا تا کہ اشکالی وجوابی دونوں رسالوں کا نام ایک ہوجائے[۱]

فائدہ: امامِ رازی کے رسالۂ "محصول" کی تلخیص[۲] اُن کے شاگرد مولی تاج الدین نے کی ہے جس کا نام "حاصل" ہے اور جب ملا جامیؒ نے امامِ جرجانی کے رسالۂ "محصول" کی تلخیص کی تو انہوں نے بھی اس کا نام "حاصل" ہی رکھ دیا، تا کہ دونوں تلخیص کا نام ایک ہوجائے

(۴) محصوله: کی ضمیر کا مرجع کلام المصنف فی الإیضاح یاقول المصنف فی الإیضاح ہے۔

(۵) محصول: سے جوابِ اجمالی اور حاصل سے جوابِ تفصیلی دیا گیا ہے۔

---

[۱] یعنی جس رسالے میں اشکال ہے اس کا نام محصول رکھا گیا اور جس رسالے میں جواب ہے اس کا نام بھی محصول رکھا گیا تا کہ معلوم ہوجائے کہ اگر آپ محصول نامی رسالہ لکھ کر اشکال کر سکتے ہیں تو ہم جواب کیلئے محصول نامی رسالہ کیوں نہیں لکھ سکتے؟ جبکہ فرمانِ خداوندی ہے "وفوق کل ذی علم علیم"۔

[۲] تلخیص: امامِ رازیؒ کے رسالۂ محصول ایک تلخیص سراج الدین ارلوی نے بھی کی ہے جس کا نام "تحصیل" ہے۔

سخنِ جامی بزبانِ سبحانی

محصوله: سید صاحبؒ کا یہ پورا کلام (بحثِ محصول) شرحِ رضی اور شرحِ مطالع کے حاشیے پر مرقوم ہے چوں کہ حاشیہ پر اجمال تھا اس لئے محصولہ سے اس کی تفصیل کی جارہی ہے اس واسطے بعینہٖ عبارت کا کچھ حصہ نقل کردیا گیا ہے (الفوائد الضیائیة علی متن الکافیة فی النحو دار إحیاء التراث العربی، بیروت ص ۴۴ ج ۱)

ذکرہ: سے معلوم ہوتا ہے کہ خود سید صاحبؒ کا کلام نہیں ہے بلکہ دوسرے کا کلام ہے جس کو سید صاحب نے شرحِ مطالع میں ذکر کیا ہے (شرح جامی ص ۱۴ حاشیہ ع ص ۱)

بعض المحققین: سے میر سید شریف جرجانی مراد ہیں؛ لیکن اشکال یہ ہوگا کہ جب سید صاحب مراد ہیں تو مصنف نے ان کا نام کیوں نہیں ذکر کیا؟ **الجواب!**

(الف) رعایۃً للادب نام نہیں لیا ہے۔

(ب) شہرت کی وجہ سے کیوں کہ یہ بحث ان ہی کی طرف منسوب ہے۔

إن فی الخارج یہاں سے ماقبل میں بیان کردہ تشبیہ یعنی (**کقولک الدار فی نفسها حکمها کذا**) کی وضاحت کررہے ہیں: چناں چہ فرماتے ہیں کہ جس طرح موجود فی الخارج[۱] کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **قائم بذاتہ** یعنی وہ جو اپنے وجود میں غیر کا محتاج نہ ہو جیسے تمام اجسام مثلاً حیوان، انسان، چاند، سورج وغیرہ۔

(۲) **قائم بغیرہ:** یعنی جو اپنے وجود میں غیر کا محتاج ہو جیسے رنگ؛ کہ یہ جسم کا محتاج ہوتا ہے۔ (المنطق مع حاشیہ سبحانی ص ۴۹ / ۵۴)

اسی طرح موجود فی الذہن[۲] کی بھی دو قسمیں ہیں:

---

[۱] **موجود فی الخارج:** کو موجودِ خارجی، اور امورِ خارجیہ بھی کہا جاتا ہے۔

[۲] **موجود فی الذهن:** کو امورِ ذہنیہ، اور موجود ذہنی بھی کہا جاتا ہے۔

****

(۱)**مدرَک بذاته** : جومستقل بالمفہوم (یعنی غیر کامحتاج نہ) ہو جیسے اسم، فعل
(۲)**مدرَک بغیرہ**: جوغیر مستقل بالمفہوم (یعنی غیر کامحتاج) ہو جیسے حرف[۱]

خلاصۂ تشبیہ یہ کہ: مدرَک بذاتہ؛ قائم بذاتہ، اور مدرَک بغیرہ؛ قائم بغیرہ کے مشابہ ہے،[۲] یہی محصول کا خلاصہ ہے۔

یصلح أن یحکم علیه و به: (فرق بیان کرنے سے پہلے عبارت ھذا پر واردشدہ اشکال کا حل ملاحظہ ہو) اشکال یہ ہے کہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز ملحوظ بالذات اور مستقل بالمفہوم ہوگی وہ محکوم علیہ بھی ہوگی اور محکوم بہ بھی لیکن فعل صرف محکوم بہ ہوتا ہے محکوم علیہ نہیں ہوتا حالاں کہ ملحوظ بالذات بھی ہے اور مستقل بالمفہوم بھی؟ الجواب!

جوابِ تسلیمی: یہاں واو أوْ کے معنیٰ میں ہے، (یعنی یا تو محکوم علیہ ہو یا محکوم بہ) اور اس کو اصطلاحِ منطق میں قضیہ مانعۃ الخلو[۳] کہا جاتا ہے جسے آپ نے قضیہ مانعۃ الجمع سمجھ لیا ہے جس وجہ سے اشکال ہوا ہے۔

جوابِ انکاری: **لا نسلم** ہمیں یہ بات تسلیم ہی نہیں کہ فعل محکوم علیہ نہیں بنتا ہے کیوں کہ قاضی محب اللہ بہاریؒ نے سلم العلوم میں فعل کو محکوم علیہ بنایا ہے چناں چہ فرماتے ہیں **ضرب فعل**[۴]۔ (سلم العلوم ص ۴۱)

---

[۱] تنبیہ: ملا جامیؒ نے اِن دونوں قسموں کی تعریف یہ کی ہے:
(۱)**مدرَک بذاته** : جس کا ادراک بالقصد کیا جائے، اور اس کے اندر محکوم علیہ ومحکوم بہ بننے کی صلاحیت ہو جیسے اسم، فعل۔ (۲)**مدرَک بغیرہ**: جس کا ادراک بالتبع کیا جائے، اور اس کے اندر محکوم علیہ ومحکوم بہ بننے کی صلاحیت نہ ہو جیسے حرف۔

[۲] لیکن ان میں کچھ فرق ہے جس کو آگے فالابتداء مثلاً سے بیان کیا گیا ہے۔

[۳]**قضیه مانعة الخلو**: کا مطلب یہ ہوگا کہ جو چیز مستقل بالمفہوم ہوگی وہ ان دونوں چیزوں (محکوم علیہ، محکوم بہ) سے خالی نہیں ہوگی جیسے فعل البتہ دونوں چیزیں ہوسکتی ہیں جیسے اسم (محکوم علیہ بھی ہوتا ہے جیسے زید قائم، اور محکوم بہ بھی جیسے القائم زید)

[۴] ضرب فعل: اس کی پوری تفصیل سلم میں آرہی ہے **فانتظروا**

نوٹ: فعل محکوم علیہ نہیں ہوتا ہے، صاحبِ سلم کی عبارت کا مطلب کچھ اور ہے جو آپ سلم میں پڑھیں گے (سبحانی)

ملحوظاً فی ذاته: اس سے ایک اشکال کا جواب دیا ہے؛ اشکال یہ ہے کہ جس طرح معنیٰ حرفی کا ادراک قصداً ہوتا ہے اسی طرح معنیٰ اسمی کا ادراک بھی قصداً ہوتا ہے تو دونوں میں فرق کیا ہوا؟

الجواب: ملحوظا فی ذاته؛ سے اسی اشکال کا جواب دیا ہے کہ اسم ملحوظ فی ذاتہ (مستقل بالمفہوم) یعنی غیر کا محتاج نہیں ہوتا ہے اور حرف غیر ملحوظ بالذات (غیر مستقل بالمفہوم) یعنی غیر کا محتاج ہوتا ہے پس دونوں میں فرق ہو گیا۔ لیکن اس پر اشکال ہوگا کہ پھر تو اسماءِ متضائفہ (مثلاً اب، ابن، زوج، زوجہ وغیرہ) اسم کی تعریف سے خارج ہو جائیں گے کیوں کہ اسماءِ متضائفہ غیر کے محتاج ہوتے ہیں؟

الجواب: یصلح أن یحکم علیه و به: سے اسی اشکال کا جواب دیا ہے کہ اس میں محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت بھی ہو۔ چناں چہ اسماءِ متضائفہ محکوم علیہ و بہ بنتے ہیں جیسے الأب شفیق، الکریم ابن، اور حرف میں محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے

آلة لملاحظة غیره: اس سے ایک خارجی اشکال کا جواب دیا ہے؛ اشکال یہ ہے کہ جس طرح حرف کا ادراک بالتبع ہوتا ہے اسی طرح توابع (صفت، بدل، تاکید، عطف بحرف، عطف بیان) کا ادراک بھی بالتبع ہوتا ہے لہٰذا ان کو بھی غیر مستقل کہنا چاہئے؟

الجواب! ادراک بالتبع (مدرَکِ تبعی) کا مطلب یہ کہ وہ اپنے متبوع کے تابع ہو کر غیر کے ملانے کا آلہ ہو جیسے ضربت بالخشب میں باء اپنے متبوع ضربت کے تابع ہو کر خشب کو ملانے کے لئے آلہ ہے اور توابع غیر کے ملانے کا آلہ نہیں ہوتے ہیں۔ یہی مطلب ہے مصنفؒ کے قول "وآلة لملاحظة غیره" کا

فالابتدا مثلا: چوں کہ میر صاحبؒ نے مثال نہیں دی تھی اس لئے اب مصنف یہاں

سے مثال کے ذریعہ موجود ذہنی اور موجود خارجی کے درمیان فرق کی وضاحت کررہے ہیں چناں چہ فرماتے ہیں کہ موجود خارجی ایک اعتبار سے قائم بذاتہ اور دوسرے اعتبار سے قائم بغیرہ نہیں ہوتا ہے، جب کہ موجود ذہنی ایک اعتبار سے مدرَک بذاتہ اور دوسرے اعتبار سے مدرَک بغیرہ ہوجاتا ہے مثلاً لفظ ''ابتداء'' ہے اس کے دو اعتبار ہیں:

(۱) اسم؛ یعنی باب افتعال کا مصدر اس اعتبار سے مدرَک بذاتہ (مستقل بالمفہوم) ہے۔

(۲) حرف؛ یعنی ابتداء بمعنی من اس اعتبار سے مدرَک بغیرہ (غیر مستقل بالمفہوم) ہے۔

یہی مطلب ہے مصنف کے قول ''وَإِذَا لَاحَظَهُ الْعَقْلُ مِنْ حَيْثُ هُوَ حَالَةٌ بَيْنَ السَّيْرِ وَالْبَصْرَةِ وَجَعَلَهُ آلَةً لِتَعَرُّفِ حَالِهِمَا كَانَ مَعْنًى غَيْرَ مُسْتَقِلٍّ بِالْمَفْهُوْمِيَّةِ [وَلَا يَصْلَحُ أَنْ يَكُوْنَ مَحْكُوْمًا عَلَيْهِ وَبِهِ] وَلَا يُمْكِنُ أَنْ يَتَعَقَّلَ إِلَّا بِذِكْرِ مُتَعَلَّقِهِ بِخُصُوْصِهِ وَلَا أَنْ يُدَلَّ عَلَيْهِ إِلَّا بِضَمِّ كَلِمَةٍ أُخْرَىٰ دَالَّةٍ عَلَى مُتَعَلَّقِهِ'' کا

مثلا: سے شارح نے اشارہ کردیا کہ تمام موجود ذہنی کے دو اعتبار ہوتے ہیں لفظ ابتداء تو بطور مثال ذکر کیا گیا ہے۔

لزمه تعقل متعلَّقه إجمالا: سے اشکال کا جواب دیا ہے اشکال یہ ہے کہ آپ نے ابتداء کو مدرَک بذاتہ (مستقل بالمفہوم) کہا ہے حالاں کہ ابتداء مبدأ بہ[۱] اور مبدأ منہ[۲] کی محتاج ہوتی ہے تو یہ غیر مستقل بالمفہوم ہوئی؟ الجواب!

محتاج (احتیاج) کی دو قسمیں ہیں:

(۱) احتیاجِ اجمالی؛[۳] یہ قسم استقلالِ مفہوم کے لئے مخل نہیں ہے۔

---

[۱] وہ کام جس کی ابتداء کی جائے، یا وہ چیز جس سے ابتداء کی جائے،

[۲] وہ جگہ جہاں سے ابتداء کی جائے

[۳] اس کو تعقلِ اجمالی، توقفِ اجمالی، اور احتیاج علی فعلٍ مَّا و مکانٍ مَّا بھی کہا جاتا ہے یعنی فقط یہ معلوم ہوجائے کہ ابتداء ہوئی ہے ''کہاں سے ہوئی اور کب ہوئی'' اس کی کوئی تفصیل نہ ہو۔

(۲) احتیاجِ تفصیلی:[۱] یہ قسم استقلالِ مفہوم کے لئے مخل ہے۔

خلاصۂ جواب یہ ہے کہ یہ احتیاجِ اجمالی ہے جو استقلالِ مفہوم کیلئے مخل نہیں ہے لہذا یہ جب استقلالِ مفہوم کیلئے مخل نہیں تو مستقل بالمفہوم ہوا نہ کہ غیر مستقل بالمفہوم فلا اشکال۔ یہی مطلب ہے مصنف کے قول "لزمه تعقل متعلقه اجمالا و تبعا من غير حاجة إلى ذكره" کا۔

خلاصۂ محصول

امورِ عقلیہ کی امورِ خارجیہ کے ساتھ دی گئی تشبیہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

اختیاری مطالعہ

(۱) حاصل ومحصول میں فرق: (الف) ایک فرق یہ ہے کہ محصول فقط اجمال پر دلالت کرتا ہے جبکہ حاصل اجمال وتفصیل دونوں پر دلالت کرتا ہے (الفوائد الضيائية على متن الكافية في النحو ج ۱ ص ۴۶ حاشیہ ۱) (ب) دوسرا فرق یہ ہے کہ محصول کہتے ہیں جو بدِقت حاصل ہو اور حاصل کہتے ہیں جو بآسانی حاصل ہو۔

(۲) محصول: کو حاصل پر کیوں مقدم کیا ہے؟

الجواب: محصول میں عسر ہے (یعنی بدقت حاصل ہوتا ہے) اور حاصل میں یسر ہے (یعنی بآسانی حاصل ہوتا ہے) اور قرآنِ پاک میں عسر کو یسر پر مقدم کیا گیا ہے: "قال الله تعالى: فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً، إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً" اس لئے ملا جامیؒ نے بھی عسر (محصول) کو یسر (حاصل) پر مقدم کیا ہے۔

(۳) مصنفؒ کے لئے محصولہ کی جگہ تفصیلہ کہنا زیادہ مناسب تھا (الفوائد الضیائیہ علی متن الکافیہ فی النحو ج۱ ص ۴۴) لیکن محصولہ کہنے کی وجہ ص ۲۴ پر گذر چکی ہے۔

---

[۱] اس کو تعقلِ تفصیلی، توقفِ تفصیلی، اور احتیاج علی فعل معین ومکان معین بھی کہا جاتا ہے یعنی یہ معلوم ہو کہ ابتداء ہوئی ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ "کہاں سے اور کب ہوئی ہے"

(۵) اشکال: یہ کہ آپ نے کہا اسم وفعل ایسے معنی پر دلالت کرتے ہیں جو کلمہ کی ذات میں ہوتے ہیں، ہم آپ کو ایسے کلمات دکھاتے ہیں جن پر اسم وفعل دلالت نہیں کرتے ہیں مثلا زید ایک کلمہ ہے اس پر خالد دلالت نہیں کرتا ہے اسی طرح نصر ایک کلمہ ہے اس پر ضرب دلالت نہیں کرتا ہے؟ الجواب!

اس کا مطلب یہ کہ اسم اس کلمہ پر دلالت کرے گا جو اس کا مدلول ہوگا ظاہر ہے کہ زید کا مدلول زید ہے خالد نہیں، اسی طرح نصر کا مدلول نصر ہے ضرب نہیں۔

(٦) ابتداء: اشکال یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی چیز (ابتداء) مستقل وغیر مستقل کیسے ہوگئی؟ (کیوں کہ یہ تو اجتماعِ ضدین ہے اور یہ باطل ہے لہذا ابتدا کا مستقل وغیر مستقل ہونا باطل) الجواب!

ابتداء کا مستقل وغیر مستقل ہونا دو اعتبار سے ہے (تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے) اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں "بتفات الاعتباریتفاوت الأحکام" (سلم العلوم ص ۴۳)

عبارت مع اعراب

وَالْحَاصِلُ أَنَّ لَفْظَ الْاِبْتِدَاءِ مَوْضُوْعٌ لِمَعْنًى كُلِّيٍّ وَلَفْظَةَ مِنْ مَوْضُوْعَةٌ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ جُزْئِيَّاتِهِ الْمَخْصُوْصَةِ الْمُتَعَلِّقَةِ مِنْ حَيْثُ إِنَّهَا حَالَاتٌ مُتَعَلِّقَاتِهَا وَآلَاتٌ لِتَعَرُّفِ أَحْوَالِهَا وَذٰلِكَ الْمَعْنَى الْكُلِّيُّ يُمْكِنُ أَنْ يُتَعَقَّلَ قَصْدًا وَيُلَاحَظَ فِيْ ذَاتِهِ[۱] فَيَسْتَقِلُّ بِالْمَفْهُوْمِيَّةِ وَيَصْلَحُ مَحْكُوْمًا عَلَيهِ وَبِهِ وَأَمَّا تِلْكَ الْجُزْئِيَّاتُ فَلَا تَسْتَقِلُّ بِالْمَفْهُوْمِيَّةِ وَلَا تَصْلَحُ أَنْ تَكُوْنَ مَحْكُوْمًا عَلَيْهَا وَبِهَا، إِذْ لَا بُدَّ فِيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يَكُوْنَ مَلْحُوْظًا قَصْدًا لِيُمْكِنَ أَنْ يُعْتَبَرَ النِّسْبَةُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهٖ بَلْ تِلْكَ الْجُزْئِيَّاتُ لَا تُتَعَقَّلُ إِلَّا بِذِكْرِ مُتَعَلِّقَاتِهَا لِتَكُوْنَ آلَاتٍ لِمُلَاحَظَةِ أَحْوَالِهَا وَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ بِقَوْلِهِمْ [[إِنَّ الْحَرْفَ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلَى مَعْنًى فِيْ غَيْرِهَا]]

---

[۱] فِيْ ذَاتِهِ: فی نسخة "فی حد ذاته"

****

ترجمۂ عبارت

لفظ ابتداء اور لفظ من (کے معنیٰ کے درمیان فرق کا) حاصل یہ ہے کہ لفظ ابتداء (مصدر ہونے کی صورت میں) ایک معنیٔ کلی کے لئے وضع کیا گیا ہے اور لفظ من اس ابتداء (معنیٔ کلی) کے مخصوص جزئیات ومتعلّقات میں سے ہر ایک کے لئے وضع کیا گیا ہے اس طور پر کہ وہ جزئیات اپنے متعلّقات کے احوال ہیں اور ان (متعلّقات) کے احوال کو جاننے کے لئے آلات ہیں، اور اس معنیٔ کلی کا بالقصد تصور کرنا ممکن ہے اور اس کا اپنی ذات میں مستقل ہونا بھی ممکن ہے تو وہ مستقل بالمفہوم ہوگا اور محکوم علیہ وبہ بھی بنے گا، اور رہی بات ان جزئیات کی تو مستقل بالمفہوم نہیں ہوتی ہیں اور محکوم علیہ وبہ بھی نہیں بنتی ہیں کیوں کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے ضروری ملحوظ بالذات اور مقصود بالقصد ہونا ضروری ہے تا کہ اس کے اور غیر کے درمیان نسبت کا اعتبار کرنا ممکن ہو (نہیں) بلکہ ان جزئیات کا بھی تصور نہیں ہوتا ہے ان کے متعلّقات کے بغیر تا کہ وہ ان کے احوال کو ملانے کے لئے واسطہ بن جائے اور یہی مطلب ہے [إن الحرف كلمة تدل على معنى في غيرها] کا

لغات وترکیب

الحاصل: اس پر الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے، اصل عبارت ہے" **حاصل الفرق بين معنى الابتداء و معنى لفظة من**" اور ترکیب میں **الحاصل** مبتداء ہے، اخیر تک عبارت اس کی خبر ہے۔

لفظة: میں تاء وحدت ہے تاء تانیث نہیں ہے، لیکن بعض حضرات کا رجحان تاء تانیث ہی کی طرف ہے دلیل پیش کرتے ہوئے گویا ہوتے ہیں کہ "تمام حروف مؤنث" ہیں، وکلاهما صحیح۔

سخنِ جامی بزبانِ سبحانی

بحثِ حاصل میں ان ہی باتوں کی مزید وضاحت کی گئی ہے جو محصول میں ہیں، کوئی نئی بات نہیں بیان کی گئی ہے۔

الحاصل أن لفظ: سے اشکال کا جواب دیا ہے؛ اشکال یہ ہے کہ لفظ من کے معنی بھی ابتداء کے ہیں اور ابتداء مستقل بالمفہوم ہے لہذا یہ بھی مستقل بالمفہوم ہوا؟

الجواب: ابتداء مصدر ایک معنیٰ کلی کیلئے وضع کیا گیا ہے (اور معنیٰ کلی مستقل بالمفہوم ہوتے ہے لہذا ابتداء مصدر مستقل بالمفہوم ہوا)، اور لفظ من اس معنیٰ کلی کی ہر ہر جزئی کیلئے (علی سبیل البدلیت) وضع کیا گیا ہے (اور معنیٰ جزئی غیر مستقل بالمفہوم۔ کیوں کہ جزئی کلی کی محتاج ہوتی ہے۔ ہوتے ہیں لہذا لفظ من غیر مستقل بالمفہوم ہوا) فاندفع الإشکال

و ذلک المعنی الکلي: سے شارح نے ابتداء مصدر اور حرف من کے درمیان فرق بیان کیا ہے؛ (۱) ابتداء مصدر معنیٰ کلی کے لئے وضع کیا گیا ہے اور حرف من معنیٰ جزئی کے لئے (۲) معنیٰ کلی؛ محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور معنیٰ جزئی؛ محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں

إذ لا بد في کل واحد منهما: سے ایک سوالِ مقدر کا جواب دینا مقصود ہے؛ سوال یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ! جزئی محکوم علیہ ومحکوم بہ نہیں سکتی ہے آخر کیوں؟ الجواب!

محکوم علیہ اور محکوم بہ کے لئے ملحوظ بالذات (مستقل بالمفہوم) ہونا ضروری ہے اور جزئی ملحوظ بالذات نہیں ہوتی ہے لہذا محکوم علیہ ومحکوم بھی نہیں ہوگی۔[1]

بل تلک الجزئیات: سے ایک اشکال کا جواب دیا گیا ہے؛ اشکال یہ ہے کہ بل کا استعمال درست نہیں ہے کیوں کہ بل اعراض کے لئے آتا ہے اور یہاں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے اعراض کیا جائے؟ الجواب!

یہاں بل اعراض کیلئے نہیں ترقی کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جزئیاتِ مخصوصہ اپنے متعلَّقات کے احوال جاننے کے لئے آلہ اور ذریعہ ہوتے ہیں لیکن جب تک اِن کے متعلَّقات کو ذکر نہ کر دیا جائے خود یہ جزئیات سمجھ میں نہیں آتی ہیں تو محکوم علیہ ومحکوم بہ کیسے بنیں گیں؟

[۱] نوٹ: جزئی ملحوظ بالتبع (غیر مستقل بالمفہوم) ہوتی ہے۔

لتکون آلات لملاحظة غیرہ: سے ایک اشکال رفع کیا گیا ہے؛ اشکال یہ ہے کہ جس طرح جزئیاتِ مخصوصہ کا سمجھنا ان کے متعلّقات پر موقوف ہے اسی طرح فعل کا سمجھنا بھی اس کے متعلّقات (فاعل ومفعول) پر موقوف ہے لہذا فعل کو بھی غیر مستقل بالمفہوم ہونا چاہئے؟

الجواب!

فعل کا سمجھنا فاعلِ غیر معین پر موقوف ہوتا ہے اور یہ توقف اجمالی ہے جو کہ استقلالِ مفہوم کے مخل نہیں ہوتا۔ لیکن اس پر اشکال ہوگا کہ بعض نحاۃ کی رائے یہ کہ فعل کا سمجھنا فاعلِ معین پر موقوف ہوتا ہے تو اس کا جواب شارح نے لتکون آلات سے دیا ہے کہ ''جزئیاتِ مخصوصہ کا سمجھنا ان کے متعلقات پر موقوف ہوتا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے متعلّقات کے احوال جاننے کے لئے آلہ وذریعہ بنیں جب کہ فعل ایسا نہیں ہے (یعنی فعل اپنے متعلّقات کے احوال جاننے کے لئے آلہ نہیں ہوتا ہے) لہذا وہ (جزئیات) غیر مستقل بالمفہوم ہوں گی اور یہ (فعل) مستقل بالمفہوم ہوگا **فتدبر وتشکر**۔

ھذا ھو المراد بقولھم: سے ایک اشکال کا جواب دیا ہے؛ اشکال یہ ہے کہ حرف کی یہ تعریف (**إن الحرف کلمة تدل علی معنی فی غیرھا**) صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حرف وہ کلمہ ہے جو دلالت کرے ایسے معنی پر جو اس کے غیر میں ہو (یعنی غیر کے مدلول میں ہو) اور باطل ہے کیوں کہ ہر کلمہ اپنے مدلول پر دلالت کرتا ہے؟

الجواب! ''غیر میں ہونے'' کا مطلب یہ کہ غیر کے ذکر پر موقوف ہو جیسے من (کہ اس کا سمجھنا سیر اور بصرہ کے ذکر پر موقوف ہے) ''غیر کے مدلول میں ہو'' مراد نہیں ہے **کماقلت**

خلاصۂ حاصل: ابتداء مصدر اور حرفِ من کے درمیان فرق کی وضاحت کی گئی ہے۔

اختیاری مطالعہ: (۱) سوال: تمام کتابوں (مثلاً نحومیر، میزان، شرح مائة عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ وغیرہ) میں من ہی کی مثال کیوں دی جاتی ہے؟

الجواب: (الف) کیوں کہ من کو باب حروف الجر میں ام الباب کہا جاتا ہے۔

(ب)من ایسا کلمہ ہے جو کبھی اسم، کبھی فعل، اور کبھی حرف بن جاتا ہے؛ اسم جیسے فاخرج به من الثمرات (یہاں من مفعول بہ واقع ہے اور مفعول بہ اسم ہوتا ہے کما قال الزمخشري) فعل جیسے من (مان یمین سے صیغۂ امر بمعنی اِکْذِب) حرف جیسے سرت من البصرة إلی الکوفة۔[۱]

مِنْ ہی کی طرح إلی بھی ہے کبھی اسم جیسے إلی (بمعنی نعمت)، فعل جیسے اِلی (وال یؤل سے صیغۂ امر تثنیہ بروزنِ عِدَا)، حرف جیسے سرت من البصرة إلی الکوفة۔

(۲) ائمہ نحاۃ نے حرف کی مختلف تعریفات کی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(الف) جمہور کے نزدیک: الحرف هو یدل علی معنی في غیره أو بغیره

(ب) علامہ سعد الدین تفتازانی کے نزدیک: الحرف هو یدل علی معنی بنفسه

(ج) شیخ بہاء الدین ابن النحاس کے نزدیک: الحرف هو یدل علی معنی في نفسه

(د) میر سید شریف جرجانیؒ کے نزدیک: الحرف هو لا یدل علی معنی لا في نفسه و لا في غیره أو بغیره۔ (بغیة الکامل ص ۱۰/۹/۸)

نوٹ: امامِ رازیؒ نے ان تمام تعریفات پر اشکال کیا ہے۔ (جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے) (حوالۂ بالا)

عبارت مع اعراب

وَإِذَا عَرَفْتَ هٰذَا عَلِمْتَ أَنَّ الْمُرَادَبِكَيْنُوْنَةِ الْمَعْنَى فِيْ نَفْسِها-اِسْتِقْلَالُهَا بِالْمَفْهُوْمِيَّةِ-وَبِكَيْنُوْنَةِالْمَعْنَى فِيْ نَفْسِ الْكَلِمَةِ-دَلَالَتُهَاعَلَيْهِمِنْ غَيْرِحَاجَةٍإِلَى ضَمِّ كَلِمَةٍ أُخْرىٰ إِلَيْهَا- لِاسْتِقْلَالِه بِالْمَفْهُوْمِيَّةِ ؛فَمَرْجِعُ كَيْنُوْنَةِالْمَعْنَى وَكَيْنُوْنَتِه فِيْ نَفْسِ الْكَلِمَةِالدَّالَّةِعَلَيْهِإِلَى أَمْرٍوَاحِدٍوَهُوَاسْتِقْلَالُهُبِالْمَفْهُوْمِيَّةِ۔

[۱] چناں چہ حافظ ابن حجر الهیثميؒ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی ایسا کلمہ ہے جو تینوں کی مثال بن جائے انہوں نے فرمایا ہاں! من ایسا کلمہ ہے (بغیة الکامل ص ۱۲۵)

ترجمۂ عبارت: جب آپ نے اس کو جان لیا تو سمجھئے! کہ معنی کے معنی کی ذات میں ہونے کا مطلب—معنی کا مستقل بالمفہوم— ہونا ہے، اور معنی کے کلمہ کی ذات میں ہونے کا مطلب—کلمہ کا معنی پر دوسرے کلمے کے ملائے بغیر دلالت کرنا ہے—معنی کے مستقل بالمفہوم ہونے کی وجہ سے؛ لہٰذا معنی کے معنی کی ذات میں اور معنی کے کلمہ کی ذات میں ہونے کا نتیجہ (مطلب) ایک ہی ہوگا۔

لغات وترکیب:

مَرجع: مصدرِ میمی ہے؛ کبھی بصلۂ إلی استعمال ہوتا ہے جیسے یہاں یعنی "مرجع کینونة.....إلی أمر واحد"، اور کبھی بغیر صلہ کے استعمال ہوتا ہے جیسے مرجع الجود الفناء۔ وَهو استقلاله بالمفهومية: جملۂ مفسِّرہ ہے

سخنِ جامی بزبانِ سبحانی

أن المراد بكينونة المعنی: سے ایک اشکال کا جواب دیا ہے؛ اشکال یہ ہے کہ مصنفؒ نے ایضاح میں نفسہ کی ضمیر کا مرجع معنی کو قرار دیا ہے اور شارح ملا جامیؒ نے ما (کلمہ) کو مرجع بنایا ہے یہ درست نہیں ہے کیوں کہ شارح پر ماتن کا اتباع لازم ہوتا ہے؟

الجواب! مرجع خواہ معنی کو بنایا جائے یا کلمہ کو مطلب ایک ہی ہوگا یعنی اسم کا مستقل بالذات ہونا۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہوگا کہ اگر ما (کلمہ) کے بجائے معنی کو مرجع بنا دیا جاتا تو یہ افضل ہوتا کیوں کہ اس صورت میں ماتن کا اتباع بھی ہو جاتا؟

الجواب: اس کے دو جواب ہیں (۱) کہ تفننِ کلام (۲) کل جدید لذیذ (اس اشکال کی بالفاظِ دیگر یوں تقریر ہوگی: کہ ابنِ حاجب نے مفصل میں نفسہ کی ضمیر کا مرجع معنی کو بنایا ہے اور کافیہ میں ایک جگہ (اجمال یعنی دلیل حصر میں) معنی کو اور دوسری جگہ تفصیل میں ما یعنی کلمہ کو بنایا ہے، یہ تعارض اور بطلان المطابقة بين الإجمال و التفصيل ہے جو کہ باطل

ہے لہٰذا ایک جگہ معنیٰ کو اور دوسری جگہ کلمہ کو مرجع بنانا بھی باطل ہوا؟ الجواب! اس کے تین جواب ہیں:

(١) مرجع کسی کو بھی بنایا جائے مطلب ایک ہی ہوگا (٢) تفنن کلام کی وجہ سے (٣) دیکھئے ص ١٨

خلاصۂ عبارت:

شارح نے اپنے اور ماتن کے اوپر وارد شدہ اشکال کا جواب دیا ہے۔

عبارت مع اعراب:

فَفِيْ هٰذَا الْكِتَابِ اَلضَّمِيْرُ الْمَجْرُوْرُ الَّذِي فِيْ نَفْسِهٖ يَحْتَمِلُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى مَا الْمَوْصُوْلَةِ اَلَّتِي هِيَ عِبَارَةٌ عَنِ الْكَلِمَةِ وَهٰذَا هُوَ الظَّاهِرُ لِيَكُوْنَ عَلَى طِبْقِ مَا سَبَقَ فِيْ وَجْهِ الْحَصْرِ مِنْ كَيْنُوْنَةِ الْمَعْنَى فِيْ نَفْسِ الْكَلِمَةِ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْمَعْنَى وَلِذَا ذَكَّرَ الضَّمِيْرَ تَنْبِيْهًا عَلَى صِحَّةِ إِرَادَةِ كِلَا الْمَعْنَيَيْنِ وَلٰكِنَّ عِبَارَةَ الْمُفَصَّلِ ظَاهِرَةٌ فِي الْمَعْنَى الْأَخِيْرِ وَهُوَ إِرْجَاعُ الضَّمِيْرِ إِلَى الْمَعْنَى لِعَدَمِ مَسْبُوْقِيَّتِهَا بِمَا يَدُلُّ عَلَى اِعْتِبَارِ كَيْنُوْنَةِ الْمَعْنَى فِيْ نَفْسِ الْكَلِمَةِ وَلِهٰذَا جَزَمَ الْمُصَنِّفُ عليه الرحمة هُنَاكَ بِرُجُوْعِهٖ إِلَى الْمَعْنَى۔

ترجمۂ عبارت: تو اس کتاب (کافیہ) میں وہ ضمیرِ مجرور جو نفسہ میں ہے (اس میں) ایک احتمال یہ ہے کہ ما موصولہ کی طرف راجع ہو جس سے مراد کلمہ ہے، اور یہی ظاہر بھی ہے (کیوں؟) تا کہ اس کے مطابق ہو جائے جو دلیلِ حصر میں گذرا ہے یعنی معنیٰ کا نفسِ کلمہ میں ہونا، دوسرا احتمال یہ ہے کہ معنیٰ کی طرف راجع ہو، اسی وجہ سے ضمیر مذکر لائی گئی ہے تا کہ تنبیہ ہو جائے کہ دونوں معنوں کو مراد لینا درست ہے (یعنی دونوں احتمال درست ہیں) لیکن مفصل کی عبارت آخری معنیٰ (احتمال) میں ظاہر ہے یعنی معنیٰ کی طرف ضمیر لوٹانا۔ کیوں کہ وہاں کوئی ایسی دلیل نہیں گذری ہے جو معنیٰ کے نفسِ کلمہ میں ہونے پر دلالت کرے، اور اسی لئے مصنفؒ نے وہاں یقینی طور ضمیر کا مرجع معنیٰ ہی کو قرار دیا ہے۔

لغات وترکیب:

ذَکَّرَ: کو معروف ومجہول دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ طِبْق: بکسر الطاء وسکون الباء بمعنی مُطَابِقٌ؛ کہاجاتا ہے ”ھذا طبق ذٰلک“ (یہ اس کے مطابق ہے)۔ مَسْبُوْقِيَّةٌ: گذری ہوئی چیز۔

سخنِ جامی بزبانِ سبحانی

ففی ھذا الکتاب: سے اشکال کا جواب دیا ہے؛ اشکال یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مرجع خواہ معنی کو بنایا جائے یا کلمۃ کو مطلب ایک ہی ہوگا تو شارح نے فقط ما (کلمۃ) کو مرجع کیوں قرار دیا ہے؟

الجواب: کتاب (کافیہ) میں (ذکر کردہ نفسہ کی) ضمیرِ مجرور کے مرجع میں دو احتمال ہیں:

(الف) ایک احتمال یہ ہے کہ ما موصولہ کی طرف راجع ہے جس کا مصداق کلمہ ہے تا کہ اجمال وتفصیل میں مطابقت ہوجائے۔ یہی مطلب ہے مصنفؒ (شارح) کی عبارت ”لِيَكُوْنَ عَلَى طِبْقِ مَا سَبَقَ فِيْ وَجْهِ الْحَصْرِ مِنْ كَيْنُوْنَةِ الْمَعْنَى فِيْ نَفْسِ الْكَلِمَةِ“ کا

(ب) دوسرا احتمال یہ ہے کہ معنی کی طرف راجع ہے کیوں کہ تعیینِ مرجع کا قاعدہ ”إذا دار ضمير بين الأقرب و الأبعد فهو للأقرب“ کے تحت معنی ہی مستحقؒ مرجع ہے۔ چناں چہ شارحؒ نے ”وَلِذَا ذَكَّرَ الضَّمِيْرَ تَنْبِيْهًا عَلَى صِحَّةِ إِرَادَةِ كِلَا الْمَعْنَيَيْنِ“ سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دونوں کو مرجع بنانا درست ہے کیوں کہ دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی ہوگا۔

ولکن عبارۃ المفصل: سے ایک اشکال کا جواب دیا ہے؛ اشکال یہ ہے کہ جب مرجع دونوں کو بنایا جاسکتا ہے تو ابنِ حاجب نے ایضاح میں صرف معنی کو مرجع کیوں قرار دیا ہے؟

الجواب: ایضاح میں اجمال نہیں تھا کہ اجمال میں معنی کو اور تفصیل میں کلمۃ بنا دیا جاتا کما فعل فی الکافیۃ۔

خلاصۂ عبارت: شارح نے اپنے اور ماتن کے اوپر وارد شدہ اشکال کا جواب دیا ہے۔

عبارت مع اعراب:

وَبِمَا سَبَقَ مِنَ التَّحْقِيْقِ ظَهَرَ أَنَّهُ لَايَخْتَلُّ حَدُّ الْإِسْمِ جَمْعًا وَلَا حَدُّ الْحَرْفِ مَنْعًا بِالْأَسْمَاءِ اللَّازِمَةِ الْإِضَافَةِ مِثْلُ ذُوْ، وَفَوْقُ، وَتَحْتُ، وَقُدَّامُ، وَخَلْفُ إِلَى غَيْرِ ذٰلِكَ لِأَنَّ مَعَانِيَهَا مَفْهُوْمَاتٌ كُلِّيَّةٌ، مُسْتَقِلَّةٌ بِالْمَفْهُوْمِيَّةِ، مَلْحُوْظَةٌ فِيْ حَدِّ ذَاتِهَا، لَزِمَهَا تَعَقُّلُ مُتَعَلَّقَاتِهَا إِجْمَالًا وَتَبَعًا مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ إِلَى ذِكْرِهَا، لٰكِنْ لَمَّا جَرَتِ الْعَادَةُ بِاسْتِعْمَالِهَا فِيْ مَفْهُوْمَاتِهَا مُضَافَةً إِلَى مُتَعَلَّقَاتٍ مَخْصُوْصَةٍ لِأَنَّهَا الْغَرَضُ مِنْ وَضْعِهَا، لَزِمَ ذِكْرُهَا لِفَهْمِ هٰذِهِ الْخُصُوْصِيَّاتِ لَا لِأَجْلِ فَهْمِ أَصْلِ الْمَعْنَى فَهِيَ دَالَّةٌ عَلَى مَعَانِيْهَا مُعْتَبَرَةً[۱] فِيْ حَدِّ أَنْفُسِهَا لَا فِيْ غَيْرِهَا، فَهِيَ دَاخِلَةٌ فِيْ حَدِّ الْإِسْمِ لَا فِي الْحَرْفِ [[و فی نسخةٍ مکان لَا فِي الْحَرْفِ "خَارِجَةٌ عَنْ حَدِّ الْحَرْفِ"]][۲]

ترجمۂ عبارت: گذشتہ تحقیق سے یہ بات یقینی طور پر ظاہر ہوگئی کہ اسم کی تعریف جامعیت کے اعتبار سے اور حرف کی تعریف مانعیت کے اعتبار سے اسماءِ لازمۃ الاضافت مثلاً ذو، فوق، تحت، خلف، قدام وغیرہ سے نہیں ٹوٹے گی؛ کیوں کہ ان کے معانی مفہومِ کلی، مستقل بالمفہوم، اور ملحوظ بالذات ہوتے ہیں تو ان اسماء کیلئے ان کے متعلَّقات کا تعقل اجمالا وتبعا لازم ہے اُن کو ذکر کرئے بغیر مگر یہ عربوں کی عادت ہے کہ اِن اسماء کو اِن کے متعلَّقاتِ مخصوصہ ہی کی طرف مضاف کرکے استعمال کرتے ہیں کیوں اِن کی وضع کا مقصود ہی یہی ہے، پس اِن خصوصیات کو سمجھنے کیلئے متعلَّقات کا ذکر ضروری ہو گیا نہ کہ اصلِ معنی کو سمجھنے کیلئے، (نتیجہ یہ نکلا کہ) یہ اسماء اُن معانی پر دلالت کرتے ہیں جو اِنکی ذات میں معتبر ہوتے ہیں نہ کہ غیر میں تو یہ اسم کی تعریف میں داخل ہوں گے نہ کہ حرف کی تعریف میں (یعنی حرف کی تعریف سے نکل جائیں گے)

---

[۱] مُعْتَبَرَةً: حال و فی نسخۃ "المعتبرۃ" فھی صفۃ معانیھا۔

[۲] دونوں صورتوں میں ایک ہی مطلب ہوگا۔

لغات ترکیب: اسماءِ لازمة الإضافة: وہ اسماء ہیں جو اضافت کے بغیر استعمال نہیں ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں: لدیه، عنده، قصارِیٰ[١]، (بفتح القاف و ضمها بمعنی)، وَحْدَه لَبَّیکَ، سَعْدَیکَ، حَیْثُ، إذَا، إذْ، کِلَا، کِلْتَا، غَیْرُ، قَبْلُ، بَعْدُ، أوَّلُ، دُوْنَ، فَوْقُ، یَمِیْنُ، شِمَالُ، تَحْتُ، خَلْفُ، أمَامُ، مِثْلُ، نَحْوُ۔ کُلُّ، بَعْضُ، حَسْبُ، اُوْلِی، اُوْلَاتُ، ذُو، ذَاتُ، لَدُنْ، وَرَاءُ، حَمَادَهُ (بفتح الحاء بمعنی غایت) دَوَالَیکَ (بمعنی یکے بعد دیگرے اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں کام کو یکے بعد دیگرے کر اور مراد تاکید ہوتی ہے)، حَنَانَیکَ بمعنی روزی، برکت۔

معتبرۃ: معانیھا سے حال واقع ہے لیکن بعض نسخوں میں المعتبرۃ ہے اس صورت میں معانیھا کی صفت ہوگی۔

سخنِ جامی بزبانِ سبحانی

بماسبق من التحقیق: سے ایک اشکال کا جواب دیا ہے؛ (اشکال سے قبل یہ سمجھ لیں کہ ماقبل کی تفصیلِ انیق سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ اسم مستقل بالمفہوم اور حرف غیر مستقل بالمفہوم ہوتا ہے)؛ اشکال یہ ہے کہ ہم آپ کو ایسے اسماء دکھاتے ہیں جو غیر مستقل بالمفہوم ہیں مثلا اسماءِ لازمۃ الاضافت مثلاً قبل، بعد، ذو، فوق، تحت کیوں کہ ان کے معنی بغیر مضاف الیہ کے سمجھ میں نہیں آتے ہیں لہٰذا یہ اسم کی تعریف سے نکل گئے اور حرف کی تعریف میں داخل ہوگئے پس اسم کی تعریف جامع اور حرف کی تعریف مانع نہیں رہی؟

الجواب: لِأنَّ مَعَانِیَهَا مَفْهُوْمَاتٌ کُلِّیَّةٌ مُسْتَقِلَّةٌ بِالْمَفْهُوْمِیَّةِ الخ: سے اسی اشکال کا جواب دیا ہے کہ اسماءِ لازمۃ الاضافت کے معنی مستقل بالمفہوم ہوتے ہیں۔ اس پر اشکال ہوگا کہ پھر غیر کے محتاج کیوں ہوتے ہیں؟ تو اس کا جواب شارح نے لَزِمَهَا تَعَقُّلُ مُتَعَلَّقَاتِهَا

[١] قصارِیٰ: کی جگہ قَصْرُ، قُصَارَیٰ بھی اسی معنی میں مستعمل ہوتے ہیں کہا جاتا ہے" قَصْرُکَ او قَصَارُکَ او قُصَارُکَ او قُصَارَاکَ أن تَفْعَلَ کَذَا (تمہاری انتہائی طاقت یہ ہے کہ تم ایسا کرو)"

****

إِجْمَالًا وَتَبْعًا مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ إِلَى ذِكْرِهَا سے دیا ہے کہ یہ احتیاج احتیاجِ اجمالی ہے جو استقلال کے منافی نہیں ہوتی ہے۔لیکن اس پر پھر یہ اشکال واقع ہوگا کہ یہ احتیاجِ اجمالی نہیں تفصیلی ہے(کیوں کہ یہ ہمیشہ محتاج ہوتے ہیں)اور یہ استقلال کے منافی ہے تو اشکال علی حالہ باقی رہا؟اس کا جواب شارح نے لٰكِنْ لَمَّا جَرَتِ الْعَادَةُ بِاسْتِعْمَالِهَا فِيْ مَفْهُوْ مَاتِها مُضَافَةً الخ سے دیا ہے کہ وضع تو ان کی مفہومِ کلی[۱] کے لئے ہے لیکن استعمال کے لئے غیر کی شرط ہے یعنی عربوں نے ان کو''اضافت کے ساتھ ہی استعمال کرنے کے لئے'' وضع کیا ہے۔اور قاعدہ ہے الاعتبار للوضع لا للاستعمال لہٰذا یہ مستقل بالمفہوم ہوئے اور اسم کی تعریف میں داخل ہو گئے،حرف کی تعریف سے نکل گئے پس اسم کی تعریف جامع اور حرف کی مانع ہوگئی فرفع الاشکال بجمیع أجزائه۔

[۱] مفہومِ کلی: مفہوم کلی مستقل بالمفہوم ہوتا ہے لہٰذا یہ اسماء بھی مستقل بالمفہوم ہوئے۔

فقد تمت بعون اللّٰہ تعالی سبحانه

هذا ما تيسر من الله إن كان صوابا فمن عند الله

وإن كان خطأ فمن تلقاء نفسي وما أبرئ نفسي

اسجد سبحانی بن مفتی علیم الدین صاحب

(ناظم و شیخ الحدیث دار العلوم رحمانی منور نگر زیرو مائل ارریہ، بہار)

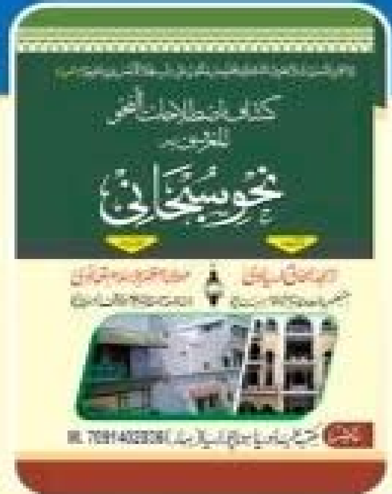
ساکن: ڈوریہ سوناپور ضلع ارریہ بہار الھند

متعلم: مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارن پور یوپی

۱۱/۶/۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵/۱/۲۰۱۹ء

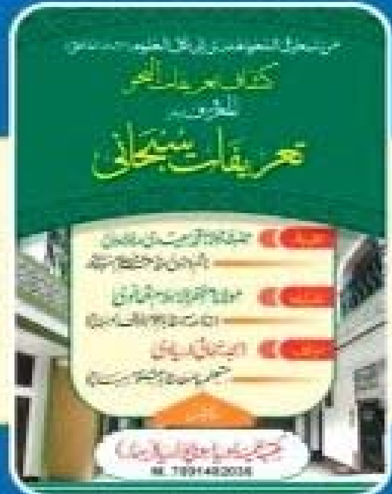
مؤلف کی دیگر تالیفات

طلبہ واساتذہ کے لئے انمول تحفہ



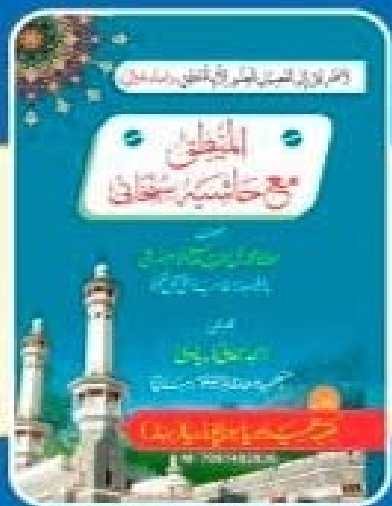
اس کتاب میں "اصطلاحاتِ نحویہ کی تشریحِ بلیغ، بحثِ حرف وحدود ومعدود پر تفصیلی کلام، مشکل الفاظ (مثلاً: کماس، خلافاً، الآیۃ، فیہا، مثل، نحو، لغۃ، اصلاً، جمیعاً، البتۃ، علی ھذا القیاس) کی تراکیب، نحو کے نایاب مضامین، بے شمار تحقیقاتِ نادرہ اور إن فرعون وموسی فی النار، الصلوۃ علی النبی مکروہ، من صلی علی النبی فاقتلوہ، بطن کبیر کبیر کبیر، النار خیر من الشتاء" جیسی عبارات کا حل پیش کیا گیا ہے۔

طلبہ سال اول، دوم، سوم، چہارم کے لئے



علمِ نحو کی تمام تعریفاتِ معتبرہ کو (عربی عبارت مع سلیس اردو ترجمہ) سہل انداز میں پیش کیا ہے، نیز اخیر میں (۲۷) اصول نحویہ اور نحویوں کی چند علمی حکایات ذکر کی گئی ہیں۔

منطق کی تمام اصطلاحات کو جامع اردو زبان کی واحد کتاب



منطق کی مشہور کتاب "المنطق" کو تصحیح کے بعد مختصر حواشی اور قدرے اضافات سے مزین کیا گیا ہے تاکہ اس کا افادہ عام وتام ہوجائے، یہ کتاب مظاہر علوم ودیگر مدارس میں داخلِ نصاب ہے